نقد و بحث

(قسط آخری)

آرٹ اور اسلام

مضبوط حکومت کے لیے نئے سے نئے جنگی ہتھیار ایجاد کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ نئے سے نئے آلاتِ موسیقی

• آیاتِ بالا میں جو حضرت داؤدؑ کی حکومت سے متعلق خبر دی گئی ہے "شددنا ملکہ" کہ ہم نے ان کی حکومت کو مضبوط پایا تو اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ مضبوط حکومت کے لیے نیا سے نیا اسلحہ ایجاد کرنے کی ضرورت ہے یا نئے سے نئے آلاتِ موسیقی یعنی طبلے طنبورے۔ سرنگیاں۔ ستاریں اکتارے، کھنجریاں اور گھنگرو ایجاد کرنے کی؟ سورہ سبا میں حضرت داؤدؑ کے متعلق خبر دی گئی ہے:

(۱) "ولقد اتینا داؤد منا فضلاؕ یٰجبال اوّبی معہ والطیرؕ والنا لہ الحدید ان اعمل سٰبغٰت وقدر فی السرد واعملوا صالحاؕ انی بما تعملون بصیر" (۳۴: ۱۰، ۱۱)

"اور بلاشبہ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے (خلافتِ ارضی کی) فضیلت عطا فرمائی اور اس کی مضبوط جنگی قوت کی بدولت ہم نے اپنے قانون کی زبان سے کہہ دیا کہ) اے پہاڑی لوگو! اور اے آزاد قبائل! سب اس کے ساتھ مل کر میرے مطیع ہو جاؤ اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم پایا (اور حکم دیا کہ) تو زرہیں بنایا کر اور ان کے حلقوں میں صحیح صحیح اندازے رکھا کر یعنی تم لوہے سے جنگی سامان تیار کر کے، صلاحیت بخش عمل کیا کرو۔ بیشک تم جو بھی عمل کرتے ہو میں اسے بہت اچھی طرح دیکھنے والا ہوں!"

کیا یہ دشمنانِ اسلام کی اسلام کے خلاف ایک سازش نہیں؟

• قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو لوہے کی زرہیں یعنی سامانِ حرب بنانے کا حکم دیا تھا اور محرفینِ تورات کہتے ہیں کہ آپ جنگی سامان کی بجائے نئے سے نئے آلات

موسیقی طبلے، سرنگیاں، ستاریں، اکتارے، دو تارے، طنبورے اور ناچنے کے لیے بنت اُدا اور جھانجھیں یعنی گھنگرو ایجاد فرمایا کرتے تھے تو اس طرح جب ہم قرآن کریم اور محرف توراۃ کا غائرانہ توجہ کے ساتھ تقابل کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف گانا بجانا اور نئے سے نئے آلاتِ موسیقی ایجاد کرنا منسوب محض ہے اور اہل اسلام کے خلاف یہ ایک گہری سازش ہے کہ مسلمان قوم، سنت داؤدی کے ساتھ ناچ گانوں میں دن رات گانے بجانے میں مصروف رہ کر بزعم خویش سنتِ داؤدی ادا کرتے چلے جا رہے ہیں "اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ" کے قرآنی اعلان سے اس قدر بے خبر ہیں کہ ساٹھ باسٹھ کے قریب اسلامی حکومتوں میں سے کسی ایک کے ہاں بھی جنگی اسلحہ کی فیکٹری کا وجود تو دور کی بات ہے کسی ایک اسلامی حکومت میں لوہے کا کارخانہ تک موجود نہیں۔

ایک نکتۂ لطیف

• حضرت داؤد کی طرف سازشانہ طور پر محرفینِ توراۃ کی طرف سے آلاتِ موسیقی کے ایجاد کرنے کے بہتانِ عظیم پر مزید طویل تبصرہ تو اگلے صفحات میں پیش کیا جائے گا۔ یہاں پر قرآنِ کریم کے ا... یان اسلوب تصریفِ آیات کے ذریعہ ایک لطیف نکتہ پیش خدمت ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں۔ پچھلے صفحہ پر دی گئی آیات مجیدہ (۳۴: ۱۰-۱۱) میں لوہے کی زرہیں یعنی لوہے کی مدد سے دفاعی جنگی سامان تیار کرنے کا حکم دینے کے بعد ارشاد ہوا ہے "واعملوا صلحا" جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ کہ اعمال صالح بجالاؤ۔

• ادھر سورۂ انبیاء میں زبورِ داؤدی کی سند ہی کے ساتھ ارشاد ہوا ہے:

"ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصالحون ٥" (۲۱: ۱۰۵)

"اور بے شک ہم نے نصیحت کرنے کے بعد زبور میں لکھ دیا۔ یہ کہ بلاشبہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں۔"

• اس پر صالحین ہونے کے دعویداروں کی حیرت ایک لازمی امر ہے کہ مذکورہ بالا اعلانِ خداوندی کے مطابق زمین کے وارث وہ ہونے چاہئیں جب کہ اس کے ... زمین کی حکومت ان لوگوں کے قبضے میں ہے جو ان کی نگاہ میں صالحین تو کیا، مسلمان بھی نہیں

ہیں یا تو وہ ہیں ہی منکرینِ باری تعالیٰ اور یا ہیں خدا کے ماننے والے مسلمانوں کی جہاں جہاں بھی حکومت قائم ہے وہ محض کافر حکومتوں کی طفیلی ہے۔ غلہ ہو یا اسلحہ ضرورت کی ہر چیز کافر ملکوں سے حاصل کرنا پڑتی ہے۔

لوہے کا جنگی دفاعی سامان بنانا اعمالِ صالحہ ہیں

• یہاں پہنچ کر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا دعویٰ غلط ہے کہ زمین کے وارث اس کے صالح بندے ہیں اور یہ دیندار صالحین حضرات "عبادی الصالحون" کا معنیٰ غلط سمجھے ہیں ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ تو کبھی بھی غلط نہیں ہو سکتا اس لیئے ماننا پڑتا ہے کہ آیت کا معنیٰ غلط سمجھ لیا گیا ہے کیونکہ جب تصریفِ آیات کے قرآنی اسلوب کے مطابق غور کیا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ سورہ سبا کے مطابق لوہے سے سامانِ دفاع بنانے والے صالحین ہیں اور وہی وراثت ارضی کے مستحق ہیں کیونکہ "الناله الحدید ان اعمل سٰبغت وقدر فی السرد" کا حکم دینے کے بعد ارشاد ہوا ہے۔ "واعملوا صالحا" "اعمالِ صالحہ بجا لاؤ" یا بالفاظِ دیگر لوہے سے دفاعی سامان اور اسلحہ بنانا ایسا عملِ صالح ہے جس سے زمین کی حکومت میسر آتی ہے مضبوط ہوتی ہے اور قائم رہتی ہے چنانچہ ناقابلِ انکار عالمی مشاہدہ گواہ ہے کہ زمین کے وارث وہی لوگ چلے آ رہے ہیں جو جنگی ضرورت کے لیئے لوہے کا استعمال کرتے اور جدید سے جدید اسلحہ بناتے ہیں۔ پرانے زمانہ میں تلواریں، ڈھالیں، نیزے، بھالے اور خنجر پانچوں ہتھیار لوہے کے بنتے تھے تیر کمان ایجاد ہوئے تو تیر کی انی لوہے کی بنائی گئی جب تک لوہے کے یہ جنگی ہتھیار مسلمانوں کا اوڑھنا بچھونا رہے اس وقت تک وراثتِ ارضی ان کا حق رہا۔ ابتدائی توڑے دار بندوق مسلمانوں ہی کی ایجاد ہے مگر جب یہ قوم لوہے سے نئے نئے جنگی اوزار بنانے کا صالح عمل ترک کر کے وراثتِ ارضی کے استحقاق کی رو سے خود "عبادی الصالحون" سے خارج ہو گئی تو وراثتِ ارضی سے محروم کر دی گئی۔ کے خدائی فیصلے کے مطابق وہ قومیں مستحق قرار دے دی گئیں جنہوں نے لوہے کے نئے سے نئے جنگی اوزار بنانا اپنا شعار ٹھہرا لیا۔ سورہ حدید میں اعلانِ عام کر دیا گیا ہے:

"وَاَنْزَلْنَا الحدید فیه بأس شدید ومنافع للناس" (۲۵/۵۷) اور ہم نے لوہے کو مخصوص

اہمیت دی ہے کہ (قیامت تک کے لیے) اسی میں سخت ترین لڑائی کا سامان ہے اور تمام لوگوں کے لیے اس میں بہت سے فائدے بھی ہیں۔

• الحتصر! تصریفِ آیات کے مستقل قرآنی اسلوب کے مطابق وراثتِ ارضی کے مستحق وہ لوگ ہیں جو لوہے سے جنگی سامان تیار کرتے ہیں اور استحقاقِ وراثتِ ارضی کی رو سے وہی اللہ کے صالح بندے ہیں۔ حضرت داؤد کو خلافتِ ارضی کا مستحق اس لیے قرار دیا گیا کہ آپ کے ہاں ایسے کارخانے قائم تھے جن میں لوہے کو نرم کرکے زرہیں وغیرہ یعنی جنگی اوزار اور دفاعی سامان تیار کیا جاتا تھا۔ آپ اس حربی قوت کی بدولت داؤدِ اعظم، داؤد ذاالاید کہلائے۔ آپ کی طرف گانا بجانا، موسیقی کے اوزان۔ سارے گاما، پا دا، وغیرہ کی تدوین اور موسیقی کے نئے نئے آلات طبلہ، سارنگی، جھانجھ، گھنگرو وغیرہ ایجاد کرنا منسوبِ محض ہے اور یہ اہلِ اسلام کے خلاف ایک گہری کامیاب سازش ہے۔

تبصرہ نمبر

• دوسرے نمبر پہ اقتباس زیرِ نظر میں یہ کہا گیا ہے۔

کہ حضرت داؤد پر زبور نازل ہوئی اس میں ہر باب سے پہلے یہ ہدایت درج ہے کہ اسے سردار مغنی یعنی، ہر کو یا فلاں ساز کے ساتھ گائے یعنی طبلہ، سارنگی کے ساتھ یا ستار طنبورہ کے ساتھ یا جھانجھ یا گھنگرو وغیرہ یا گھڑے یا چمٹے کے ساتھ۔

(۴) • واضح رہے کہ ہمارے، یعنی اہلِ اسلام کے لیے ہر مسئلہ میں قولِ فیصل اللہ تعالیٰ کی کتاب لاریب قرآن مجید ہے۔ اس لیے سورۃ شعراء میں ارشاد ہوا ہے کہ سابقہ کتابیں تورات زبور اور انجیل وغیرہ قرآن مجید سے مختلف نہیں تھیں ان میں بھی قرآن مجید ہی موجود تھا:

"وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ" (۲۶/۱۹۲ تا ۱۹۶)

اور بلاشبہ وہ (قرآن) رب العلمین کی طرف سے نازل کردہ ہے (اے رسول) اسے روح الامین واضح عربی زبان کے ساتھ لے کر آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوا تاکہ آپ آگاہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں اور بلاشبہ وہ قرآن

ہی تمام پہلی کتابوں میں موجود تھا۔

• دیکھیے! ان آیاتِ مجیدہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن عربی زبان کا قرآن ہے اور زبورِ مقدس اس زبان کا قرآن تھا جو حضرت داؤدؑ اور آپ کی قوم کی زبان تھی عبرانی وغیرہ پس ثابت ہوا کہ اگر قرآن کی ہر سورتِ مجیدہ کے شروع میں یہ ہدایت نازل کر دی گئی ہے کہ اسے طبلہ، سارنگی، طنبورہ، اکتارہ یا گھڑے یا چمٹے کے ساتھ گایا جائے تو یہ چیز بھی باور کی جا سکتی ہے کہ زبورِ مقدس کے ہر باب کے شروع میں بھی یہ ہدایت نازل کر دی گئی ہو گی کہ ہر باب فلاں فلاں ساز کے ساتھ گایا جائے۔ مگر قرآنِ مجید میں چونکہ ایسی ہدایت کوئی نہیں اس لیے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو خواہ وہ قرآن مجید کی ہوں یا توراۃ شریف کی اور اسی طرح خواہ انجیل پاک کی ہوں یا انجیلِ مقدس کی انہیں طبلہ، سارنگی وغیرہ کے ساتھ گانے کا تصور ایک گہری سازش ہے جس کا اہلِ اسلام پر کم از کم اثر یہ ہو چکا ہے کہ سارنگی کی سُر اور طبلے کی تھاپ جس سے خود بقولِ طلوعِ اسلام عقل کے سوئچ آف ہو جاتے ہیں، سنتِ داؤدی کی سند سے حلال قرار دے کر پورے عالمِ اسلام کے ریڈیو اسٹیشن امت کو موسیقی کی افیون پلاتے چلے آ رہے ہیں۔

زبورِ مقدس بھی ایک ضابطۂ حیات ہے:

• پھر جیسے کہ ۱۹۲ تا ۱۹۶/۳۶ کی سند "وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ" کے مطابق ثابت کیا جا چکا ہے کہ زبورِ داؤدی سمیت تمام سابقہ کتابوں میں قرآن مجید ہی موجود تھا اور قرآن مجید اپنے تکراری اعلان:

(۵) "اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝" (۷۳/۱۹ + ۷۶/۲۹)

کے مطابق خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ضابطۂ حیات ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ جملہ "زبر الاولین" مع زبورِ مقدس ایک ہی ضابطۂ حیات تھیں تو پھر کیا ضابطۂ حیات کو بغور پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم، حکمِ خداوندی مانا جا سکتا ہے یا طبلہ، سارنگی اور گھڑے پینے کے ساتھ گا کر عقل و بصیرت کا سوئچ آف کر دینا ارشادِ باری تعالیٰ ہو سکتا ہے جیسے کہ زبورِ داؤدی یعنی عبرانی قرآن مجید کی ایک آیتِ مجیدہ پیچھے نقل کی جا چکی ہے جس کی خبر ۲۱/۱۰۵ میں "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ" کے الفاظ میں دی گئی ہے۔

"اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ"
"یہ کہ بلاشبہ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں"

تو اب بتائیے کہ کیا زبورِ مقدس کی آیت مجیدہ کو بغور پڑھنے اور ایسے اعمال بجا لانے کا حکم ثابت نہیں ہوتا جن سے وراثتِ ارضی میسر آئے مگر اس کے برعکس "اَنَّ الارض یرثھا عبادی الصّٰلحون" کے جملے کو سرنگی کی سُر اور طبلے کی تھاپ کے ساتھ گاتے رہنے کی کون سی تک ہے اور یہ تصور کس عقل و بصیرت کے میزان پر پورا اتر سکتا ہے؟

زبورِ مقدس میں بھی وہی دین اور اس کی وہی شرح وحی کی گئی تھی جو قرآنِ مجید میں نازل کی گئی ہے۔ سورۂ شوریٰ میں ارشاد ہوا ہے:

"شرع لکم من الدین ما وصّٰی بہٖ نوحًا والّذی اوحینا الیک وما وصینا بہٖ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْہِ" (۴۲/۱۳)

"ایمان والو! اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کی شرع کر دی ہے جس کا حکم نوحؑ کو دیا تھا اور وہی جو اے رسول ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہی شرع جس کا حکم ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا ... یہ کہ ہمارے اکلوتے دین اور اکلوتی شرع کو قائم رکھو اور الگ الگ نبیوں کی الگ الگ شرعوں کا باطل نظریہ قائم کر کے اس میں اختلاف پیدا نہ کر لینا۔"

ء اس آیتِ مجیدہ سے ثابت ہے کہ جو شریعت آنحضورؐ پر نازل کی گئی تھی وہی شریعت حضرت داؤدؑ سمیت سابقہ جملہ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی تھی۔ غور فرمائیں کہ اب شریعت مشتمل ہے ہر قسم کے مختلف احکام و مسائل پر مثلاً صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کے احکام:

(۶) کتب علیکم الصیام، اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ اور اتموا الحج والعمرۃ للّٰہ وغیرہ۔

کیا ان احکام کو موسیقی کے مختلف سازوں کے ساتھ گایا جائے گا۔ یا ان پر الگ الگ عمل کیا جائے گا؟ اسی طرح قرآنی شریعت واحدہ کے اور درجنوں مسائل ہیں، متعلق حصص وراثت، نکاح و طلاق، اور حیض و طہارت جو زبورِ مقدس میں بھی من و عن نقل کیے گئے تھے۔ کیا ان میں سے ہر باب کے شروع میں یہ ہدایت نازل کر دی گئی تھی کہ اسے فلاں ساز کے ساتھ گایا جائے یعنی طبلے کی تھاپ کے ساتھ سارنگی کی سُریں سُر ملا کر گایا جائے۔

"فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتّٰی یطھرن" (۲/۲۲۲)
یعنی گایا کرو "حیض کے دوران عورتوں سے الگ رہو اور اس وقت تک ان کے قریب رہ جانا جب تک وہ پاک نہ ہوجائیں"۔ کاش اہلِ اسلام، محرفینِ توراۃ، دشمنانِ اسلام کی سازش کو سمجھیں۔ نہ اللہ کے نبی اور عظیم سلطنت کے سربراہ داؤدِ اعظم کو گویا اور ناچا ٹھہرائیں اور نہ ان کی سنت کے نام سے طبلہ، سارنگی اور گھڑا، چمٹا، وغیرہ خرافات کو اسلام میں داخل کریں۔

تبصرہ نمبر ۳ تیسرے نمبر پر اقتباس زیرِ بحث میں کہا گیا ہے کہ زبورِ مقدس کے آخری باب میں ہدایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ستائش کرو۔ قرنا پھونک کر، ستار کی سر چھیڑ کر، طبلہ بجا کر، جھانجھ یعنی گھنگرو بجا کر اور ناچ کر، پیچھے تبصرہ نمبر ۲ میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ قرآن کریم اور زبورِ مقدس میں ایک ہی دین کی ایک ہی شرع، ایک ہی خدائے احد کی طرف سے نازل کی گئی تھی۔ قرآن کریم کی رو سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کی زبانی حمد و ثنا کرنے کا تعلق ہے وہ ہے مقام صلوٰۃ موقّت یعنی نماز۔ اب کیا یہ چیز تسلیم کی جا سکتی ہے کہ صلوٰۃ موقت یعنی نماز میں طبلے سارنگی کے ساتھ گا کر اور پیروں میں گھنگھرو باندھے ہوئے ناچ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کی جائے گی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ سے پہلے اہلِ مکہ نے جو اپنے آپ کو دینِ ابراہیم کا پیروکار کہتے تھے، صلوٰۃ موقت (نماز) کو تالیوں، سیٹیوں میں تبدیل کر لیا ہوا تھا جس کی خبر سورۃ انفال میں بالفاظ ذیل دی گئی ہے۔ وما کان صلاتھم عند البیت الا مکاءً وتصدیۃ ط ۸/۳۵ اور نہیں تھی ان کی صلوٰۃ بیت الحرام میں مگر تالیاں اور سیٹیاں بجانا، (ناچ گانا) تھی۔

موسیقی کے دو حصے ہیں۔ ساز اور آواز۔ تالیاں از قسم ساز ہیں اور سیٹیاں از قسم آواز۔ خدا تعالیٰ نے مکاءً وتصدیۃ کے الفاظ میں پوری موسیقی، ساز اور آواز دونوں کی مذمت کر رکھی ہے۔ تالیوں میں بھی بلند آواز سر پیدا ہوتی ہے اور سیٹیوں میں بھی۔ تالیوں کے ضمن میں ہر قسم کی سُریں، جھانجھ، گھنگھرو اور ناچ شامل ہے اور سیٹیوں کے ضمن میں سارے، گاما، پادا وغیرہ کے تمام راگ موجود ہیں۔ آیت مجیدہ ۸/۳۵ میں موسیقی کے ساز اور آواز دونوں کا رد کر دیا گیا ہے۔ اب غور فرمائیں کہ وہ ناچ گانا جس کی قرآن کریم نے قیامت تک کے لیے مذمت کر

دی ہے۔ اسے محرفینِ تورات نے زبورِ مقدس کا تنزیلی حکم منوانے کی گہری سازش کر رکھی ہے مگر خدا تعالیٰ نے موسیقی کے ساز اور آواز دونوں کا رد کر کے اسے بے نقاب کر دیا ہے۔

> اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش جس طرح مردوں پر فرض ہے اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہے

• پھر غور طلب یہ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش جس طرح مومن مردوں پر فرض ہے اسی طرح مومنہ عورتوں پر بھی فرض ہے۔ پس اگر محرف تورات کے مطابق اللہ کی حمد و ثنا و طبلہ سارنگی کے ساتھ ناچ گا کر کرنا فرض مان لی جائے تو ظاہر ہے کہ عورتوں کو بھی مردوں کے ساتھ مل کر ناچنا ہوگا اور یا انہیں گھنگھرو باندھ کر ناچنے کے الگ اکھاڑے قائم کرنے ہوں گے۔ العیاذ باللہ! کیونکہ اللہ کی حمد و ستائش کے فریضہ سے وہ بھی مستثنیٰ قرار نہیں دی جا سکتیں۔ لیکن اگر قرآنی بصیرت کے ساتھ معمولی سا غور کرنے کی زحمت بھی گوارا کی جائے تو کھل کر سامنے آرہا ہے کہ ناحق گانا، تالیاں، سیٹیاں وغیرہ جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب لاریب، قرآن مجید میں مذمت فرمائی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ انہی ناچ گانوں، تالیوں، سیٹیوں کا حکم اس نے اپنی سابقہ کتاب زبورِ مقدس میں نازل کیا ہو۔

• پھر اس اقتباس میں زبورِ مقدس کی طرف منسوب کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ بلند آواز جھانجھ یعنی گھنگھرو اور گھنجری وغیرہ بجا کر۔ حالانکہ قرآن مجید نے خدا کی حمد و ثنا کے لیے خود انسان کی ذاتی آواز کو بھی درمیانہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔ چلا کر یا گلا پھاڑ کر حمد کرنے کی اجازت نہیں دی۔ جیسے کہ سورۂ بنی اسرائیل میں خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے حکم ہوا ہے۔

• ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذالك سبيلا، وقل الحمد لله الذي لم يتخذ ولدا (۱۷: ۱۱۰-۱۱۱) اور (اے رسول!) آپ اپنی صلوٰۃ میں نہ اونچی آواز رکھیں (چلا کر بھی نہ بولیں) اور نہ اسے بالکل مخفی کر دیں بلکہ ان دونوں کا درمیانی راستہ اختیار کریں اور (درمیانہ آواز کے ساتھ) کہا کریں۔ الحمد لله الذي ...... الخ۔

• تعجب کی بات ہے کہ ادھر خدا تعالیٰ قرآن حکیم میں اپنی حمد و ستائش کے لیے انسانی آواز تک کو اونچا کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور ادھر یہ مان لیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں بلند آواز آلاتِ موسیقی کے شور میں گا کر یعنی گلا پھاڑ کر حمد و ستائش کرنے کا حکم دے رکھا ہے ذرا لا تجهر بصلاتك کے الفاظ پر غور فرمائیں جو کہا گیا ہے کہ اے رسول! اپنی نماز میں ہماری

حمد و ستائش کے لیے اونچی آواز نہ کریں۔ پس اس کے برعکس بلند آواز آلاتِ موسیقی کے ساتھ گانے کے لیے خواہ حمد ہی کیوں نہ گائی جائے، گویّوں کو پورے کا پورا گلا پھاڑ کر اس قدر اونچی آواز نکالنی پڑتی ہے کہ گردن کی رگیں پھول کر باہر اُبھر آتی ہیں۔ کیا محرف زبور کے اس خود تراشیدہ تصور کو قرآن مجید کے حکم لا تجھر بصلاتک اور قل الحمد لله الذی الخ کے ساتھ کوئی دور کا تعلق بھی ہے؟ جس میں کہا گیا ہے کہ ہماری حمد و ستائش کے لیے گلا پھاڑنا تو درکنار، ذاتی آواز تک کو بھی اونچا نہ کریں۔ پس ۱۷/۱۱۰-۱۱۱ کی آیت قرآنی سند ہے بصورت نصف النہار ثابت ہوا کہ ناچ کر، گا کر اور بلند آواز جھانجھ گھنگھروؤں وغیرہ کے ساتھ اللہ کی حمد و ستائش کرنا نہ حکم زبور مقدس ہے نہ سنت داؤد علیہ السلام۔

تبصرہ نمبر ۴

● چوتھے نمبر پر اقتباس زیرِ نظر میں یہ کہا گیا ہے:۔ اس میں شبہ نہیں کہ تورات میں بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے لیکن ہم موسیقی کے متعلق اس بیان کو اس لیے قابل قبول سمجھتے ہیں کہ جب قرآن میں جنتی معاشرہ میں موسیقی کی محفلوں کا ذکر ہے تو یہ باور کیا جا سکتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس فن کی تزئین و تہذیب کی ہوگی۔ جس کی تائید کتب احادیث کی شرحوں سے بھی ہوتی ہے جیسے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری میں ہے کہ حضرت داؤد باجے کے ساتھ گایا کرتے تھے۔

● اس اقتباس میں پہلے نمبر پر موجودہ تورات کو محرف تسلیم کرنے کے باوجود موسیقی سے متعلق مذکورہ خبر کو صحیح تسلیم کرنے کی یہ صد فیصد باطل دلیل دی گئی ہے کہ قرآن مجید میں جنتی معاشرہ میں موسیقی کی محفلوں کا ذکر موجود ہے۔ پیچھے بتایا جا چکا ہے کہ سورۃ انفال ۸/۳۵ میں ناچ گانوں، تالیوں، سیٹیوں کی مذمت کر دی گئی ہے۔ نیز ۴/۸۲ میں اعلانِ عام کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں اختلاف کا گزر تک موجود نہیں۔ اس لیے یہ کہنا کہ قرآن مجید میں جنتی معاشرہ میں موسیقی کی محفلوں کا ذکر ہے، آیاتِ مجیدہ ۸/۳۵، ۴/۸۲ دونوں کی تکذیب ہے۔ واضح رہے کہ:۔ طلوع اسلام کے مقالہ نگار کو ۳۰/۱۵ فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فهم فی روضة یحبرون میں آمدہ لفظ یحبرون سے غلطی لگی ہے جیسے کہ صفحہ ۱ پر اس کا مفہوم لکھتے ہیں:۔ "سرسبز و شاداب باغات میں نہایت شستہ اور اعلیٰ پایہ کی موسیقی کی محفلیں۔" اس آیت سے موسیقی کی محفلوں کا مفہوم اخذ کرنا سینہ زوری کے سوا کچھ نہیں کیونکہ اس آیت کا لفظی معنیٰ یہ ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اصلاحِ معاشرہ کے کام کیے وہ باغ میں وافر ضروریات زندگی کے ساتھ مزین کیے

جائیں گے، نوازے جائیں گے۔ لفظ "یحبرون" جمع مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ مادہ ح۔ ب۔ ر حبر سے۔ حبر کا معنیٰ ہے چمک دار روشنائی اور اس کا مصدری معنیٰ ہے۔ مزین کرنا، سنوارنا، زینت دینا۔ حبر اس آدمی کو کہتے ہیں جس نے اپنے آپ کو علم کے زیور سے مزین کر رکھا ہو۔ حبر کی جمع احبار ہے جو یہود کے علماء کے لیے مستعمل ہے۔ تو اس طرح فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ کا لفظی معنیٰ یہ ہے کہ وہ باغ میں زینت دیے جائیں گے، خوش رکھے جائیں گے یعنی انھیں ضروریاتِ زندگی عمدہ اور وافر مہیا کی جائیں گی۔

بہتی نہروں کے کنارے ہر قسم کے فرنیچر سے مزین خوبصورت رہائش گاہیں، بالاخانے ٢٤/٢٤ عمدہ، نظر نواز ریشمی لباس ٢٢/٢٢ اور ہر قسم کے عمدہ کھانوں اور پھلوں کی افراط ہے هُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ کی قرآنی تفسیر نہ کہ جنت میں جگہ بہ جگہ طبلہ اور سارنگی نواز استادوں کے جمگھٹوں میں ملکہ ترنم ملکہ موسیقی اور ریشماں وغیرہ اکتال اور دو تال کی سروں میں گھنٹوں نہ ختم ہونے والی ہا ہا ہا ہا ہا کی سروں میں محو، مختلف قسم کے تلاطم خیز زاویوں کے ساتھ باہیں اُلار اُلار کر اعضاءِ جسمانی کی معروف نمائش پائی جائیں گی۔

- نیز هُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ فِي جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ٥٦/١٢ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ٥٦/٣٠-٢١ اور انھیں دیے جائیں گے وہ میوے جنھیں وہ پسند کریں گے اور ان پرندوں کا گوشت جو وہ چاہیں گے وَحُوْرٌ عِيْنٌ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ٥٦/٢٢ تا ٣٠ اور وہ ایسے جوڑے ہوں گے جیسے موتی محفوظ کیے ہوئے۔ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ ٥٦/٢٦-٢٥ اور نہ وہ اس میں کوئی لغویات سنیں گے اور نہ گناہ کی کوئی خبر سوائے اس کے کہ ہر طرف سلام سلام کی گونج اٹھ رہی ہوگی۔
- دیکھیے جنت کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہاں کوئی لغویات سنائی نہیں دے گی تو اب بتلائیے کیا طبلہ سارنگی اور سا رے گا ما پا دا کے اوزان پر چلائی ہوئی سریں لغو نہیں؟ جبکہ لغو کا مصدری معنیٰ ہے چلانا، شور مچانا۔ کیا گویے۔
- پورا گلا پھاڑ کر چلاتے نہیں؟ لغو سے وہ فضول عمل مراد ہے جس سے کچھ حاصل نہ ہو۔ اب بتائیے موسیقی کی محفلیں کیا فضول نہیں ہیں جن سے گھنٹوں کی سمع خراشی کے بعد تضیعِ اوقات کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ رات رات بھر کی موسیقی سے جگراتے کے ساتھ صحت کی خرابی کے سوا کیا حاصل ہوتا ہے؟ آدھی آدھی رات تک کا وقت ضائع کرنے والے صبح کو

دس بجے بستر سے اٹھتے ہیں۔ نہ نماز نہ سجدہ نہ اللہ کے حضور حاضری۔ ایسے لغو اور فضول عمل کا جنت اور جنتی معاشرہ سے کیا تعلق؟ پھر قوال قسم کے ہزاروں افراد کیا معاشرے پر بوجھ نہیں بنے رہتے۔ اگر گانا اور گویتے نہ ہوں تو معاشرہ کا کونسا کام رک جاتا اور معاشرہ کی گاڑی کو کون ساکن کر دیتا ہے؟ کیا یہ قوال لوگ بہترین صنعت کار، کاشتکار، ڈاکٹر، انجینئر اور سکول ماسٹر نہیں بن سکتے؟ واضح رہے کہ جب ان کے بغیر معاشرہ کا کوئی کام ہرگز ہرگز نہیں رکتا تو صاف ثابت ہوا کہ یہ لوگ قرآنی لغو کی فہرست میں آتے ہیں۔ اسلامی، قرآنی یا جنتی معاشرہ میں از روئے قرآن موسیقی کا کوئی مقام نہیں ہے۔

- قرآن کریم کا مستقل اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ ہر الجھن کو تقابلِ ضدین کے ذریعے حل کرتا چلا جاتا ہے۔ آیت مجیدہ ۳۰/۱۵ میں مومنوں، نیکوکاروں کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ اور اس سے اگلی آیت ۳۰/۱۶ میں ان کی ضد کا فروں بدکاروں کے متعلق بتایا گیا ہے وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی عدالتِ عالیہ میں اعمال کی جوابدہی کا انکار کیا اور اسے جھٹلایا وہ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔

- اب دیکھیے فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ کی ضد لائی گئی ہے۔ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ یعنی یحبرون ضد بیان ہوئی ہے عذاب میں حاضر کیے جانے کی۔ اب غور فرمائیں! کیا عذاب کی ضد موسیقی کی محفلیں قرار دی جا سکتی ہیں؟ جب کہ عذاب کا معنیٰ ہے ضروریات زندگی سے محرومی اور اس کی ضد ہے ضروریات زندگی کی فراوانی، نہ کہ موسیقی کے اکھاڑے۔ پس قرآنی اسلوبِ بیان تصریف آیات اور تقابلی ضدین سے صاف ثابت ہو چکا کہ موسیقی لغو محض ہے جس کے بغیر معاشرہ کی گاڑی میں معمولی سی رکاوٹ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اگر اسے ختم کر دیا جائے تو قوالوں گویوں اور ناچوں کی قسم کے ہزاروں افراد سے معاشرہ کی ترقی و بہبود کے لیے افرادی قوت کی بہترین خدمت لی جا سکتی ہے۔ قرآن کریم موسیقی کے حق میں ہرگز نہیں، محرّف تورات میں حضرت داؤد کی طرف موسیقی نوازی کا بہتان دشمنانِ اسلام محرفینِ تورات کا خود تراشیدہ ہے۔

- اقتباس نمبر ۴۔ زیر نظر میں دوسرے نمبر پر دلیل لائی گئی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی فتح الباری شرح بخاری کی، کہ اس میں لکھا ہے۔ حضرت داؤد باجے کے ساتھ گایا کرتے تھے۔ جواباً عرض ہے کہ جس طرح محرف تورات سے طلوعِ اسلام کے مقالہ نگار کو دھوکا ہوا

ہے۔ اسی طرح حافظ ابن حجر بھی غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہیں۔ فتح الباری کے قول کو نہ قرآن کریم کی سند حاصل ہے اور نہ وہ حجت ہو سکتا ہے۔

تبصرہ نمبر ۵

پانچویں نمبر پر اقتباس زیر نظر میں موسیقی کے جواز پر کتب روایات سے یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ مسجد نبوی میں حبشیوں کا ناچ ہو رہا تھا اور حضور ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ تماشا دیکھ رہے تھے۔ جواباً عرض ہے کہ کتب روایات کو سند و حجت کا مقام حاصل نہیں۔ سند و حجت صرف قرآن حکیم ہے جس کی رُو سے موسیقی لغو کی فہرست میں آتی ہے جس کے بغیر معاشرہ کا کوئی کام ہرگز نہیں رکتا۔ کتب روایات نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناچ نواز اور ناچ پسند کر کے آپ کی توہین کی ہے۔ کیونکہ آنحضورؐ کو شعر کے مطابق تالیوں، سیٹیوں یعنی ناچ گانوں کے ساتھ کوئی لگاؤ نہیں تھا بلکہ بحکم باری ان لغویات سے سخت نفرت تھی۔

تبصرہ نمبر ۶

● طلوع اسلام جولائی ۱۹۷۹ء کے فاضل مقالہ نگار موسیقی کے حق میں صفحہ ۱۹ سطر ۱۳ پر ایک دلیل یہ بھی لائے ہیں۔ لہو کو گرما دینے والی موسیقی کے اثرات کا اندازہ تو ہم بھارت کے ساتھ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں کر چکے ہیں۔ ۶ ستمبر کی صبح کو لاہور پر ہندوؤں کے اچانک حملہ سے فضا میں جو اضطرابی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، شام کو جب ریڈیو سے "ساتھیو! مجاہدو جاگ اٹھا ہے سارا وطن" کی فلک شگاف آواز پورے دبدبہ اور طنطنہ کے ساتھ سکوت شکن ہوئی تو اس نے ہوا کا رخ بدل دیا۔ اس سے دلوں میں نئے ولولے پیدا ہو گئے اور ہمتیں بلند سے بلند تر ہو گئیں۔ اس کے بعد مسلسل سترہ دن تک ہلّی توانوں نے فضا میں ارتعاش پیدا کر رکھا تھا .... یہ ہمارا پہلا تجربہ تھا۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پیغام حیات افروز کے ساتھ مغنّی آتش نفس کی نشید جلال انگیز بھی شامل ہو جائے تو یہ کس قدر وجہ فروغ جنسیات ہو سکتی ہے۔

● جواباً عرض ہے کہ محترم مقالہ نگار کی بھول ہے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں فتح کی ایک وجہ گویا مرد عورتوں کی نشید جلال انگیز بھی تھی۔ جبکہ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی تو گویا عورتیں اور مرد گلا پھاڑ پھاڑ کر "ساتھیو! مجاہدو! جاگ اٹھا ہے سارا وطن" کے ترانے الاپتے رہے تھے مگر ہوا یہ کہ جنگ ایک ایسی شکست پر ختم ہوئی جس کی مثال تاریخ عالم میں موجود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں پاکستان کی ہوائی طاقت بھارت کے

مقابلے پر تیز رفتار طیاروں کی حامل تھی جس کی بدولت بھارتی فضائیہ پہلے ہی دو دنوں کے اندر مفلوج کر دی گئی اور اسے شکست نصیب ہوئی مگر سنہ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں بھارت کی فضائی قوت پاکستان سے کئی گنا برتر تھی جس نے پاکستانی فضائیہ کو مفلوج کر دیا اور نتیجہ اس کے حق میں برآمد ہوا۔ جس کی فوجی قوت زیادہ تھی۔ نہ سنہ ۱۹۶۵ء میں قومی ترانوں سے پاکستان کو فتح میں مدد ملی اور نہ سنہ ۱۹۷۱ء میں بھارتی ترانوں نے اسے فتح سے ہمکنار کیا تھا۔

● دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے ارشادِ باری ہے واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم ۔ اے ایمان والو! دشمن کے مقابلے کے لیے استطاعت بھر زیادہ سے زیادہ فوجی قوت تیار کرتے رہو اور تمہارے ہاں ذرائع رسل و رسائل کی بھی بہتات ہو کہ تم اس فوجی قوت کے ساتھ اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو دہلاتے رہو (تاکہ وہ تمہاری طرف میلی نگاہ کے ساتھ دیکھنے تک کی بھی جرأت نہ کر سکیں۔

موسیقی کی سرپرست ملوکیت ہے

● اسلامی ریاست، جس میں حضرت عمرؓ کی طرح سربراہ ریاست کا راتوں کو گلیوں کی گشت کر کے محرومین ربوبیت کو ان کا حقِ ربوبیت بہم پہنچانا فرض ہوتا ہے، سربراہ و حکام کا ذہن موسیقی کی فضولیات کی طرف کس طرح جا سکتا ہے۔ یہ ناچ گانے کی عیاشی ملوکیت کی پیداوار ہے۔ جس میں عوام بھوکے رہیں یا ننگے، سربراہ مملکت اور اس کے حکام کی بلا سے، انھیں ہر شب، شبِ برات اور ہر روز روزِ عید کی صورت میں تعبیر کرنے کے لیے طبلہ، سارنگی اور ناچ گانوں سے ہی سروکار ہوتا ہے اس لیے ظاہر ہے کہ موسیقی پیداوار بھی ملوکیت ہی کی ہے اور اس کی سرپرستی کر کے اسے عروج پر پہنچانے کا سہرا بھی بادشاہوں ہی کے سر ہے جو مظلوم و مقہور عوام کی دردناک فریادوں اور جگر پاش چیخوں کو سننے کے بجائے ہر وقت ساز کی آواز ہی کے ساتھ بدمست رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ بادشاہ سلامت کو صبح سویرے بستر سے جگانے کے لیے ایک حسین و جمیل لونڈی کو ان کے کان کے پاس سرنگی بجانا پڑتی تھی اور اب بھی بجانا پڑتی ہے۔

● حضرت داؤدؑ و اعظم سمیت جملہ انبیاء کرام کا ایک ہی مشن تھا۔ تبلیغ وحدتِ باری اور قیامِ ربوبیت عالمین۔ ناچ گانا اور طبلہ سرنگی کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو دور کا تعلق بھی نہیں تھا۔ کیونکہ ہر نبی اور ان کے خلفاء کا فریضہ ہی یہ تھا کہ ہر بھوکے کو کھانا، ہر بیمار کو

علاج، ہر کسی کو حسبِ ضرورت لباس اور بلاکراہ یہ مکان میسر رہا ہے۔

اس کے ثبوت کے لیے حضرت عمرؓ کا تاریخی واقعہ کافی ہے کہ ان کے عہدِ خلافت میں ایک شخص نے آپ کو جَو کی روٹی کھاتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا یا امیر المومنین مصر فتح ہو چکا، مصر کی گندم یہاں پہنچ چکی ہے اور آپ اب بھی جَو کی روٹی کھا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تمہارا کہنا درست ہے مگر ابھی تک مجھے یہ یقین نہیں ہوا کہ عوام کے ہر فرد تک گندم پہنچ چکی ہے۔ پس اس واقعہ کے مطابق کھل کر ثابت ہو چکا کہ اگر طبلہ، سارنگی اور ناچ گانا حلال بھی ہو تو کسی مسلمان سربراہ کا ذہن جو عوام کی ربوبیتِ عالمینی کے لیے وقف ہو چکا ہے۔ اس کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ چہ جائیکہ اللہ کی طرف سے موسیقی کی دونوں قسموں، ساز اور آواز مُكَاءً وَّتَصْدِيَةً تالیوں اور سیٹیوں دونوں کی مذمت موجود ہو اور اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت نبی داؤد اعظم خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے باجے گاجے اور ناچ گانے میں مشغول پائے جائیں اور اسلحہ سازی کے حکم باری کے خلاف نئے سے نئے ساز، طبلہ، ڈھولک، ستار [illegible] العیاذ باللہ

اسرار احمد سہاوری

طبلِ جنگ

ہشیار ہو غافل کہ بجا ہے طبلِ جنگ
نغمے کی صدا تیز ہو، لَے ہو بلند آہنگ

جھنکار سلاسل کی صدا دیتی ہے ہر دم
جینا ہے غلامی کا تجھے موت کا ہم رنگ

منقل ہے ضروری تبر و تیغ کی ہر دم
فرمانِ نبیؐ ہے کہ نہ کھا جائے انھیں زنگ

اٹھ تجھ کو بلاتی ہے صدا آہ و فغاں کی
خونِ شہدا سے کمر و کوہ ہے اثر رنگ

شمشیر و سناں چوم کے نکلے چل سوئے ہیجا
کم حوصلگی غیرتِ ایماں کو ہے صد ننگ

اب آتشِ نمرود دہکتی ہے چمن میں
"بلبل فقط آواز ہے طاؤس فقط رنگ"

نغموں کی جگہ گریۂ پیہم کی صدا سن
ہے باعثِ صد شرم، تجھے اب ہوس چنگ

نا نقشِ جہد ماند نہ پڑ جائے کہیں سے
خونِ شہدا اس کو بنا دیتا ہے خوش رنگ

ہے قوتِ ایماں کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ
آئے بروئے کار تو رہ جائے کفر دنگ

ماتم کی صدائیں چلی آتی ہیں چمن سے
اب نغمہ سرائی ہے تری باعثِ صد ننگ

بیدار ہو اب وقت نہیں سستی روی کا
غفلت ہے تیری شیشۂ ایماں کے لیے سنگ

ہر سمت تباہی کے ہیں آثار ہویدا
ہر جا در و دیوار نظر آتے ہیں شبرنگ